قسط ۲

اجتہاد اور اس کے نئے آفاق پندرہویں صدی کی ایک تجدیدی ضرورت

(مولانا شہاب الدین ندوی، ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور ۵۷)

چنانچہ اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے۔ جب اللہ تعالےٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے تو اُس نے اپنے غلط قیاس کے ذریعہ یہ استدلال کرنا چاہا کہ آدمؑ چونکہ مٹی سے بنایا گیا ہے۔ اور میں آگ سے بنایا گیا ہوں، لہٰذا میرا مقام و مرتبہ آدمؑ سے اونچا اور بالاتر ہے، تو میں اس کو سجدہ کیوں کروں؟ تو اس موقع پر اللہ تعالےٰ نے ابلیس کے استدلال (ARGUMENT) کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کو صاف صاف مردود اور لعنتی قرار دیا۔ کیونکہ اُس نے خدائی حکم ماننے سے محض اپنے غلط قیاس کی بنا پر انکار کردیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدائی حکم کے مقابلے میں قیاس کام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ خدا کا حکم سراپا عدل ہوتا ہے جس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لہٰذا ایک مؤمن و مُسلم کے لئے خدائی احکام کو محض استدلال کی بنیاد پر رَد کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ہاں البتہ وہ احکام الٰہی کی پابندی کرتے ہوئے غور و فکر کے ذریعہ ان احکام کی حکمتیں اور مصلحتیں ضرور معلوم کرسکتا ہے، تاکہ وہ غیرمسلموں کو اپنی شریعت اور قانون کی معقولیت سمجھا سکے اور ان کے سامنے اسلامی شریعت کی برتری ثابت کرسکے کیونکہ اسلامی شریعت

۵۳۔ ملاحظہ ہو اعلام الموقعین، از۔ علامہ ابن قیم ۱/۳۹۱ مطبوعہ قاہرہ۔

سراپا عدل اور سراپا دانش ہوتی ہے۔

فہم نصوص میں اختلاف ہوسکتا ہے: اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ مجموعی اعتبار سے فہم نصوص میں اختلاف ہو سکتا ہے کہ ایک آیت سے کوئی عالم کچھ سمجھے تو دوسرا کچھ، کیونکہ قرآنی آیات میں بڑی لچک اور اس کے معانی میں بڑی وسعت ہوتی ہے۔ اور ان میں کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی و مطالب سمیٹ دیئے گئے ہیں۔ جو حقیقتاً کلیات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن سے بہت سے جزئی احکام وضع کئے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف کے مطابق قرآن کو جوامع الکلم، (جامع الکلمات) کہا گیا ہے[۳] چنانچہ امام ابن قیم رح اس سلسلے میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ مقصود یہ کہ نصوص کے فہم میں لوگوں کا تفاوت ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ ان میں سے کوئی عالم کسی آیت سے ایک یا دو احکام ثابت کرتا ہے تو دوسرا اس سے دس یا اس سے زیادہ احکام نکالتا ہے۔ جب کہ کسی کا یہ حال بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آیت کے سیاق کو سمجھے بغیر محض ایک لفظ کے معنی ہی سمجھ سکے۔[۵]

چنانچہ اس کی مثالیں اور فقہاء کے محیر العقول کارنامے دیکھنے ہیں تو "احکام القرآن" کے موضوع پر مختلف مصنفین کی کتابیں دیکھنی چاہئیں۔ مثلاً علامہ جصاص رازی حنفی کی احکام القرآن اور قاضی ابوبکر ابن العربی کی احکام القرآن وغیرہ۔

---

[۴] بخاری کتاب الاعتصام ۱۰۰/۳۸۰ بعثت بجوامع الکلم مطبوعہ استانبول۔ [۵] اعلام الموقعین ۱/۳۹۷۔

اس اعتبار سے قرآن حکیم کے اسرار و عجائب کی کوئی انتہا نہیں ہے، جو دراصل اس کا حیرت انگیز اعجاز ہے اور اسی بنا پر فقہاء کا اختلاف بھی "فہم نصوص" ہی کا اختلاف ہے جس کی بنا پر فقہ کے مختلف مسلک یا مکاتب فکر بن گئے۔ مگر قرآنی آیات کے فہم تفاوت کا یہ اختلاف "اجتہاد" کے ذیل میں نہیں بلکہ "تفسیر" کے ذیل میں آتا ہے۔

قیاس و اجتہاد کی حقیقت۔

اب رہا معاملہ فقہاء کے قیاس و اجتہاد کا تو یہ دراصل قرآن اور حدیث کے نصوص کے مسائل کا حل نکالنا ہے جو تشریح و تفسیر ایک زائد چیز ہے۔ اس کو قرآن اور حدیث کے "اصول" سے "فروع" یا ان کے "کلیات" سے "جزئیات" کا استنباط بھی کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن اور حدیث میں بعض احکام (COMMANDMENTS) کی ایسی "علتیں" (REASONS) بیان کی گئی ہیں، جن کی بنیاد پر بعض غیر مذکور شدہ یا نئے مسائل کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں شراب کی حرمت کا ذکر اس طرح آیا ہے۔

یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝:

اے ایمان والو رجان لو کہ شراب، جوا، بتوں رکی تنصیب) اور فال کے تیر رچھوڑنا) یہ سب گندے ناکارہ وہ شیطانی کام ہیں، لہذا تم ان سے باز رہو تاکہ نجات پاسکو

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تم میں دشمنی اور بغض پیدا کردے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم باز آجاؤ گے (المائدہ: ۹۰-۹۱)

قرآن حکیم کی اس تصریح کے مطابق شراب کی حرمت اگرچہ قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ اوّل وہ ایک گندا کام (رجس) ہے، پھر وہ ایک شیطانی عمل ہے اور پھر یہ کہ اس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، اسی طرح اس کی سب سے بڑی خرابی یہ کہ جس کو یہ لت لگ جاتی ہے وہ یادِ الٰہی سے بالکل غافل اور بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس موقع پر ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پر جس چیز کو "خمر" کہا گیا ہے وہ بذاتِ خود کیا چیز ہے؟ یعنی وہ کونسی شراب ہے؟ کیونکہ خمر کا اطلاق مختلف قسم کی مشروبوں پر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں امام راغب تحریر فرماتے ہیں:

"خمر کی اصل کسی چیز کو چھپا لینا ہے۔ اور چونکہ وہ عقل کو چھپا دیتی ہے (یعنی اسکو زائل کر دیتی ہے) اس لیے شراب کا نام خمر پڑ گیا۔ بعض لوگوں کے نزدیک خمر کا اطلاق ہر قسم کی نشہ آور شراب پر ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک خاص کر انگور یا کھجور کی بنی ہوئی شراب کو خمر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک حدیث کے مطابق آپؐ نے فرمایا کہ خمر وہ ہے جو ان دو درختوں یعنی کھجور، انگور سے بنی ہوئی ہو۔ اسی طرح بعض کے نزدیک خمر وہ ہے جو پکی نہ ہو"[1]

اس بنا پر ممکن تھا کہ شراب اصلاً حرام ہوتے ہوئے بھی لفظی ہیر پھیر کی بنا پر حرام نہ رہ جاتی بلکہ امت کے لئے ایک فتنہ بن جاتی۔ لہٰذا حدیث رسولؐ میں صاف صاف نہ صرف یہ کہ اس کی صحیح تعریف کر دی گئی ہے بلکہ پوری وضاحت کے ساتھ ایک ایسا ضابطہ بھی بیان کر دیا گیا ہے جس کی بنا پر اس میں کسی

Accession Number 123147
Date 22.2.94

۱؎ المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۶۰، مطبوعہ بیروت۔

بھی قسم کا شبہ نہ رہ جائے اور اس قسم کا کوئی بھی رخنہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ "صحاح ستہ" میں اس سلسلے کے بعض اصول مذکور ہیں۔ مثلاً:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔ ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ [6]

كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔ ہر وہ مشروب جو نشہ لائے وہ حرام ہے۔ [7]

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ۔ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لائے اسکی تھوڑی [مقدار بھی حرام ہے۔] [8]

ان تین کلیات میں اتنی جامعیت ہے کہ نہ صرف شراب بلکہ دنیا کا ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو وہ سب حرام قرار پا سکتا ہے۔ اور اس باب میں کسی قسم کا استثناء نہیں ہے۔ [9] اور جو چیز زیادہ پینے سے نشہ لا سکتی ہے اس کی تھوڑی سی مقدار یا اس کا چکھنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح ان صریح احادیث سے اس سلسلے کے سارے "چور دروازے" بند ہو جاتے ہیں۔

غرض اس طرح "نص حدیث" کے مطابق ماحصل یہ ہوا کہ جو بھی چیز نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔ کیونکہ اس کے باعث دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ دورِ قدیم میں فقہاء نے شراب کی حرمت کی وجہ "نشہ" قرار دے کر حکم لگایا کہ وہ نبیذ (کھجور وغیرہ کا شیرہ) جو نشہ لائے اس کا بھی یہی حکم ہے، اگرچہ یہ لفظ قرآن اور حدیث میں مذکور نہ ہو۔ کیونکہ ایک اصولی حکم اور اسکی علت (REASON) معلوم ہو جانے کے بعد جس چیز میں بھی یہ علت موجود ہوگی وہ حرام ہو جائے گی۔ [11]

---

6 صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، ۳/۱۵۸۷، مطبوعہ ریاض۔ 7 صحیح بخاری، کتاب الوضوء، ۱/۶۶، مطبوعہ استانبول۔ 8 سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ، مطبوعہ حمص (شام)۔ 10 واضح رہے کہ عربی زبان میں اردو کے برعکس لفظ "شراب" مشروب کے معنی میں آتا ہے۔ اور اس کے اعتبار سے وہ پانی یا دودھ وغیرہ بھی ہو سکتا ہے جبکہ اصل شراب کو خمر کہا جاتا ہے۔ 11 دیکھئے کتاب "اصول الفقہ" از محمد خضری بک، ص ۳۴۰ نیز "علم اصول الفقہ" از عبد الوہاب خلاف، ص ۶۳۔

قیاس کے لفظی معنی اندازہ کرنے کے ہیں، اور اصولِ فقہ کی اصطلاح میں اس سے مراد "حکم شرعی کو کسی علت کی بنیاد پر ایک چیز کا حکم دوسری چیز پر لگانا ہے"۔ ؎۱۲
یعنی دو چیزوں کا حکم مشترک علت کی بنیاد پر ایک قرار دینا ہے۔

اس اعتبار سے موجودہ دور میں جو نئی نئی قسم کی شرابیں بن رہی ہیں مثلاً شیمپین، وسکی، رَم، بیئر اور برانڈی وغیرہ یہ سب اسی علت کی بنا پر حرام ہیں۔ اور اس سلسلے میں اصول یہ ہے کہ جس چیز کی کثیر مقدار سے نشہ آسکتا ہے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ لہٰذا کسی شخص کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ مجھے فلاں فلاں قسم کی شراب سے نشہ نہیں ہوتا یا اتنی مقدار سے نشہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا مجھے اس کی اجازت ملنی چاہیئے۔ اس قسم کے اِستثناء کی ایک دائمی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ خدائی قانون ہر فرد، ہر دور اور ہر جگہ کے لئے ایک ہوتا ہے۔

اسی طرح موجودہ دور کے نئے نئے نشے مثلاً افیم، گانجہ، بھنگ، حشیش، ہیروئن اور براؤن شوگر وغیرہ ہر قسم کے مُنشّیات (DRUGS) بھی حرام ہیں۔ کیونکہ ان سے بھی نہ صرف یہ کہ عقل فاسد ہو جاتی ہے بلکہ انسانی صحت پر اس کے بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔ اب دیکھئے یہ تمام چیزیں اسلامی شریعت میں لفظاً تو موجود نہیں ہیں۔ مگر معنوی طور پر ان سب کا احاطہ چودہ سو سال پہلے ہی کر لیا گیا ہے۔ یہی حال دیگر تمام مسائل کا بھی ہے۔ اس طرح ہر نئے پیش آنیوالے مسئلے کا حکم اسلامی شریعت میں معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اسی کا نام اِجتہاد ہے۔

یہ ہے اسلامی نقطۂ نظر سے قیاس و اجتہاد کی صحیح حقیقت و ماہیت کہ وہ جدید مسائل و مشکلات جن سے انسانی معاشرہ کسی دور میں دوچار ہوتا ہے، ان کا شرعی نقطۂ نظر سے حکم معلوم کرنا یا ان مسائل کے تعلق سے شریعت کا نقطۂ نظر

؎۱۲ المدخل الی علم اصول الفقہ، از ڈاکٹر معروف دوالیبی، دمشق، ۱۹۵۵ء

واضح کرنا ظاہر ہے کہ نہ صرف ایک انسانی اور تمدنی ضرورت ہے بلکہ خود ایک شرعی فقہی ضرورت بھی ہے کیونکہ شریعت نوع انسانی کی رہنمائی کے لیے نازل کی گئی ہے لہٰذا نئے نئے مسائل میں انسان کی رہنمائی کرنا شریعت کا فرض ہے اور یہ فریضہ ہر دور میں اہل شریعت پر عائد ہوتا ہے کہ ان کے درمیان ہر دور میں ایسے مجتہد ضرور موجود ہوں جو نئے نئے مسائل کا حل معلوم کر کے عالم انسانی کی صحیح رہنمائی کرتے رہیں ورنہ شریعت کے دعوائے کمال و دوام پر حرف آسکتا ہے ظاہر ہے کہ ایک کامل اور دائمی شریعت کا مطلب یہی تو ہے کہ وہ ہمیشہ مشکل مسائل اور قضیات کو اپنے ابدی اصولوں کی روشنی میں حل کرتی رہے۔ اس لحاظ سے اہل شریعت کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا اب انہیں اپنی ذمہ داریاں کو پوری طرح محسوس کرتے ہوئے اس میدان میں پیش رفت کرنی چاہیے۔

احکام شریعت میزان عقل کے مطابق۔

اس بحث سے ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عقلی اعتبار سے جو چیزیں مضر صحت ہوتی ہیں، ان سب کو اسلامی شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے اس اعتبار اسلامی شریعت نہ صرف ایک معقول اور برتر شریعت ثابت ہوتی ہے جو نوع انسانی کے مفاد کے لیے نازل کی گئی ہے بلکہ وہ ایک پاکیزہ اور صحت مند قانون کی حامل بھی نظر آتی ہے جس میں نوع انسانی کا تحفظ اور اس کی بقاء کار از مضمر ہے۔ جب کہ دنیا کے دیگر مذاہب اور قوانین میں شراب پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یا اگر ہے بھی تو محض برائے نام۔ اس اعتبار سے بھی اسلام اور دیگر مذاہب کا فرق بالکل واضح ہے۔

غرض اسلامی شریعت عقلی و استدلالی اعتبار سے ایک ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی شریعت اور کوئی قانون نہیں کر سکتا۔

علامہ ابن قیمؒ اپنی ایک قابل قدر اور معرکۃ الآراء کتاب "اعلام الموقعین" میں قیاس و اجتہاد کے موضوع پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "احکام شریعت کے تمام قیاس صحیح کے موافق ہیں۔ اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی حکم صحیح کی میزان کے خلاف نہیں ہے"۔[12]

گویا کہ احکام شریعت سراپا علم و عقل ہیں جنہیں کسی بھی دور میں "علوم انسانی" منطق صحیح کی بنیاد پر چیلنج نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خدائی علم و حکمت پر مبنی ہونے کی بنا پر سراپا عدل اور سراپا مصلحت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی احکام میں غور و خوض کر کے ان کی علتیں اور حکمتیں معلوم کرنے پر زور دیا گیا ہے، جیسا کہ تفصیل پچھلے ابواب میں گزر چکی ہے۔ چنانچہ علامہ ابو اسحاق شاطبی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ) اس سلسلے میں اپنی کتاب "الموافقات" جو اصول شریعت کی ایک جلیل القدر تصنیف ہے) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "شرعی دلیلیں عقلی امور و قضایا کے منافی نہیں ہوتیں" (الادلۃ الشرعیۃ لا تنافی قضایا العقول[11] اور پھر اس اصول کی تشریح کئی صفحات میں کی ہے۔

اسلام میں قیاس کا مقام:

غرض قیاس انسانی فطرت میں داخل ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا دین میں بھی وہ پوری طرح مطلوب ہے۔ اور اس اعتبار سے دین و فطرت کا ربط و تعلق بھی پوری طرح ظاہر ہوتا ہے اور اس

---

[11] الموافقات، از ابو اسحاق شاطبی ۳/۲۷، مطبوعہ بیروت، ۱۳۹۵ھ۔

[12] اعلام الموقعین ۱/۳۹۱، مطبوعہ قاہرہ۔

اعتبار سے وہ دین دین نہیں ہو سکتا جو انسانی فطرت اور اس کے داعیات کے خلاف ہو یعنی جو انسانوں کے عقل و قیاس پر پابندی لگانے کی کوشش کرتا ہو۔ مگر اسلام میں نہ صرف یہ کہ صحیح عقل و قیاس کی تعریف کی گئی ہے بلکہ عقل و قیاس کو کام نہ لانے والے کی مذمت کرتے ہوئے انہیں چوپائے قرار دیا گیا ہے۔ اس سے آپ اسلام میں عقل و خردمندی کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب کہ دنیا کے دیگر بڑے بڑے مذاہب میں عقل و خرد کا کوئی کام ہی نہیں ہے۔

اسلام میں قیاس و اجتہاد کا دروازہ سب سے پہلے خود صحابۂ کرام نے کھولا تھا۔ خصوصاً خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں چند رہنما اصول قائم کئے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ کا وہ مکتوب گرامی جو آپ نے والیٔ بصرہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا وہ اصول فقہ کی ایک بیش بہا تاریخی دستاویز کا درجہ رکھتا ہے، جس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا:۔

.... ثُمَّ الفَهْمَ الفَهْمَ، فِيمَا أُدْلِيَ إِلَيْكَ مِمَّا وَرَدَ عَلَيْكَ مِمَّا لَيْسَ فِي قُرْآنٍ وَلَا سُنَّةٍ، ثُمَّ قَايِسِ الأُمُورَ عِنْدَ ذٰلِكَ، وَاعْرِفِ الأَمْثَالَ، ثُمَّ اعْمِدْ فِيمَا تَرَىٰ إِلَى أَحَبِّهَا إِلَى اللّٰهِ وَأَشْبَهِهَا بِالحَقِّ ..

پھر دیکھو اُن تمام امور میں فہم و ادراک سے کام لینا جو تمہارے سامنے پیش ہوں، جن کا حکم قرآن اور سنت میں موجود نہ ہو۔ تو تم ایسے وقت معاملات کو ایک دوسرے پر قیاس کرو اور مثالوں کو اچھی طرح پہچانو۔ پھر تم اپنی رائے میں اس فیصلے کو اختیار کرو جو خدا کی نظر میں زیادہ پسندیدہ اور اقرب الی الحق ہو۔[15]

۱۵؎ اعلام الموقعین، ۱/ ۹۲۔

حضرت عمرؓ کا یہ اصول آج "اصول فقہ" کی ایک مستند ترین بنیاد ہے۔ اور اس میں "مثالوں کو پہچاننے" کی جو بات کی گئی ہے وہ دین و شریعت اور فقہ کی ایک اہم ترین اساس ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں امام ابن قیمؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم مثل چیزوں کو ایک دوسرے سے ملانا یا ایک مثال کو دوسری مثال سے سمجھنا ہی دین کی اصل ہے۔ اور اسی وجہ سے شارع نے اپنے احکام میں ایسی علتیں اور صفتیں بیان کی ہیں جن کے ذریعہ ایک حکم کا تعلق دوسرے سے ظاہر ہو۔ اور جہاں کہیں بھی یہ علت پائی جائے اس پر وہی حکم لگایا جائے"۔[۱۶]

اس قسم کے قیاس عقلی (ایک چیز کو دوسرے کے مطابق سمجھنے) کا حال خود قرآن حکیم ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ جس میں چالیس سے زیادہ عقلی مثالیں (امثال) بیان کی گئی ہیں، جو عقلی قیاسات ہی کی شاخیں ہیں چنانچہ قرآن میں حیات ثانی کو امکان کے اعتبار سے حیات اول پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور موت کے بعد مُردوں کی دوبارہ زندگی کو بارش کے بعد زمین پر رُونما ہونے والی سرسبزی و شادابی کو "زمین کی مردہ حالت کے بعد دوبارہ اس کی زندگی پر قیاس کیا گیا ہے۔ (یعنی جس طرح بارش ہونے کے بعد زمین دوبارہ جان پڑتی ہے۔ گویا کہ وہ مردہ حالت سے دوبارہ زندگی کا قالب اختیار کر لیتی ہے۔ بالکل اسی طرح انسانی زندگی دوبارہ ممکن ہو سکتی ہے) اس طرح کی بہت سی مثالیں بیان کی گئی ہیں، [۱۷] جن میں عقل و استدلال پر ابھارا گیا ہے۔ چنانچہ حیات ثانی کو حیات اول پر قیاس کرنے کی ایک مثال ملاحظہ ہو:۔

وَاللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا فَسُقۡنٰہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحۡیَیۡنَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ کَذٰلِکَ النُّشُوۡرُ ۔ اور وہ اللہ ہے

---

[۱۶] اعلام الموقعین، ۱/ ۲۱۴-۲۱۵۔

[۱۷] ایضاً، ۱/ ۱۴۱ (ماخوذ)

جس سے ہوئیں چلاتی ہیں جو بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ پھر ہم اس بادل کو ایک مرے ہوئے شہر (خطہ زمین) کی طرف ہانکتے ہیں اور اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح (تمام انسانوں کو دوبارہ) اٹھایا جائے گا۔ (فاطر: ۹)

مثال کا تعلق چونکہ علم و عقل سے ہوتا ہے اس لئے مثالوں کو سمجھنے کے لئے عقل و آگاہی کی ضرورت پڑتی ہے۔ حسب ذیل آیت میں اسی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ.

یہ مثالیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان کر رہے ہیں۔ ان کو صرف اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں (عنکبوت: ۴۳)

قیاسِ فاسد تمام گمراہیوں کی جڑ ہے

یہ قیاس و اجتہاد کے بارے میں ایک سرسری جائزہ تھا۔ مگر اس موقع پر یہ حقیقت خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ قیاس کے صحیح ہونے کے لئے شرائط ہیں، جن کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ قیاس باطل بھی ہو سکتا ہے۔ اس اعتبار سے قیاس کی دو قسمیں ہیں:

ایک قیاس صحیح اور دوسرے قیاس فاسد۔ اور دونوں کی تعریف حسب ذیل ہے:

۱۔ قیاس صحیح یہ ہے کہ دو ہم مثل چیزوں کو یکجا کیا جائے۔ [1] جیسا کہ پچھلے صفحات کے مطابق "نشہ" کی بنیاد پر پائی جانے والی مختلف چیزوں پر یہ حکم لگایا گیا کہ وہ "حرام" ہیں۔ کیونکہ ان تمام چیزوں میں نشہ کی مشترک علت موجود ہونے کے باعث وہ سب "ہم مثل" یعنی ایک ہی

---

[1] اعلام الموقعین ۱/ ۱۳۱

درج ہیں۔

۱۰۔ اور قیاس فاسد دو مختلف (علتوں والی) چیزوں کو اکٹھا کرنے کا نام ہے۔ یعنی ایسی دو چیزیں جن میں علت (REASON) مشترک نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی دو مختلف چیزوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ شراب بھی ایک "مشروب" ہے اور دودھ بھی ایک "مشروب" (پینے والی چیز) ہے، لہٰذا ان دونوں کو حلال یا ان دونوں کو حرام ہونا چاہیے تو یہ ایک غلط قیاس ہوگا۔ کیونکہ شراب کی حرمت اس کی "مشروبیت" کے باعث نہیں بلکہ اس کے نشہ پیدا کرنے کی وجہ سے ہے جو دودھ میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں میں "علت" مشترک نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا۔ دورِ جاہلیت میں مشرکینِ عرب نے اسی قسم کے غلط قیاس کی بنا پر سود کو بھی بیع (تجارت) پر قیاس کرتے ہوئے استدلال کیا تھا کہ جس طرح تجارت میں "بڑھوتری" پائی جاتی ہے اسی طرح سود میں بھی یہی چیز پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا حکم ایک ہونا چاہیے:

قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا: انہوں نے کہا کہ بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے۔ (بقرہ: ۲۷۵)

غرض ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ "قیاس" عدلِ الٰہی ہے، جس کے ساتھ اس نے اپنے نبی کو بھیجا ہے۔ چنانچہ خدا کی شریعت (ہمیشہ

۱۰۔ ایضاً۔

قیاس صحیح کے مطابق ہوتی ہے اور وہ کبھی اس کے خلاف نہیں ہو سکتی اور قیاس صحیح کی یہ شرط نہیں ہے کہ ہر شخص اس کی صحت کا حال معلوم کر لے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شریعت کے کسی حکم میں مخالف قیاس کوئی چیز دیکھتا ہے تو وہ دراصل ایسا قیاس ہے جو خود اس کے اپنے ذہن کی پیداوار ہے جبکہ وہ حقیقتاً قیاس صحیح کے مخالف نہیں ہے۔ اور جب کبھی ہم کو ایسا گمان ہونے لگتا ہے کہ کوئی "نص" خلافِ قیاس وارد ہوئی ہے تو وہ دراصل قیاس فاسد کی قبیل سے ہوگی۔ لہذا شریعت میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو قیاس صحیح کے مخالف ہو۔ ہاں البتہ وہ قیاس فاسد کی مخالف ہو سکتی ہے۔ اگرچہ بعض لوگ اس کے فساد سے لاعلم ہوں " [۲۰]

پھر موصوف دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ " قیاس فاسد کا شریعت میں ہمیشہ ابطال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سود کو تجارت پر قیاس کرنے، مُردار کو ذبح کیے ہوئے جانور پر قیاس کرنے اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بتوں پر قیاس کرنے کو باطل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے حضرت عیسٰیؑ کو اپنا مقبول بندہ اور رسول قرار دیا ہے، جنھوں نے لوگوں کو اپنے معبود قرار دیے جانے سے منع کیا تھا۔ لہٰذا اس بنا پر آپ عذاب الٰہی کے مستحق نہیں بن سکتے۔ بخلاف مشرکین کے بتوں کے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں امور قیاساً ایک درجے میں نہیں ہیں۔ [۲۱]

موصوف اس سلسلے میں مزید تحریر فرماتے ہیں کہ اس قسم کا قیاس کرنے والا سب سے پہلا فرد ابلیس تھا اور آفتاب و مہتاب کی عبادت بھی

---

[۲۰] - اعلام الموقعین، ص ۱/۳۳۱ - ۳۳۲۔

[۲۱] اعلام الموقعین، ۱/۲۶۰۔

اسی قسم کے قیاس فاسد کی بنا پر کی گئی ہے۔ اس اعتبار سے ادیان و مذاہب میں جو بھی بد عقیدگی اور فساد پرور امور نے جگہ پائی ہے وہ سب قیاس فاسد ہی پر مبنی ہیں۔ خود اسلام میں جو گمراہ فرقے انحرافات کا شکار ہوئے مثلاً فرقہ جہمیہ نے اللہ کی صفات، اس کی علویت، اس کا عرش پر مستوی ہونا، اس کا اپنے بندوں سے کلام کرنا اور آخرت میں اس کی رؤیت ثابت ہونا وغیرہ امور کا جو انکار کیا وہ سب اسی قیاس فاسد کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح فرقہ قدریہ نے اللہ تعالیٰ کی عمومی قدرت و مشیت کا انکار بھی اسی قیاس فاسد کی بنا پر کیا ہے۔ رافضیوں کی گمراہی بھی اسی قیاس فاسد کی بنیاد پر ہے۔ جس کے باعث وہ اللہ کے محبوب بندوں کے دشمن ہیں اور صحابۂ کرام کی تکفیر کرتے اور انھیں برا بھلا کہتے ہیں اور اسی طرح ملحد اور دہریئے بھی مُردوں کے دوبارہ جی اٹھنے آسمانوں کے پھٹنے[٢٢] اور دنیا کے اختتام کا انکار بھی اسی قیاس فاسد کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ اس طرح مجموعی اعتبار سے دنیا میں جو بھی فساد برپا ہو رہا ہے اور جو خرابیاں رونما ہو رہی ہیں وہ سب کی سب قیاس فاسد ہی کی بنا پر ہیں۔[٢٣]

قیاس فاسد اور مخالف شریعت تحریکیں

یہ ایک فکر انگیز بیان ہے۔ جو حقائق و معارف سے بھرپور ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قیاس صحیح اور قیاس فاسد کی اس سے زیادہ جامع اور مفصل تعریف شاید ہی کسی نے کی ہو۔ اس فکر انگیز بیان سے یہ حقیقت بھی پوری طرح کھل کر سامنے

---

٢٢ دورِ قدیم میں یہ ایک فلسفیانہ مسئلہ تھا کہ "آسمان" نہ تو پھٹ سکتا ہے اور نہ پھٹنے کے بعد دوبارہ جڑ سکتا ہے۔

٢٣ اعلام الموقعین، ۱/ ۲۶۰-۲۶۱۔

آجاتی ہے کہ آج اسلامی شریعت کے خلاف جو سازشیں اور شورشیں ہو رہی ہیں اور اس سلسلے میں خواہ کسی قسم کا جو واویلا مخالفین اسلام کے علاوہ خود بعض منافقین اُمت کی طرف سے برپا کیا جا رہا ہے وہ سب اسی قسم کے کیا ہیں کا نتیجہ ہے۔ گویا کہ مغالطوں کے ذریعہ وہ صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح ثابت کر کے اسلامی پر شخوں سالنا چاہتے ہیں۔ یعنی چور دروازوں کے ذریعہ خدا کی حلال کی چیزوں کو حرام اور اسکی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر دینا مقصود بنا ہیں حالانکہ اس کی ممانعت فرما دی گئی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے آگے نہ بڑھو کیونکہ اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو نا پسند کرتا ہے (مائدہ)

اسلامی شریعت کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ خدا کی حلال کردہ چیزوں کو کوئی بھی حرام قرار نہیں دے سکتا اسی طرح اس کی حرام کردہ چیزوں کو کوئی بھی حلال قرار نہیں دے سکتا۔ اس قسم کا اختیار تو خود رسولؐ کو بھی نہیں تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک واقعہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد آپؐ اپنی بیویوں کی خبر گیری کے لئے ہر ایک کے یہاں تھوڑی تھوڑی دیر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت زینبؓ کے ہاں آپؐ معمول سے زیادہ وقت ٹھہر گئے اور وہاں آپؐ نے شہد تناول فرمایا۔ اس پر مجھے رشک آیا تو میں نے حفصہؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا اور طے پایا کہ حضورؐ ہم میں سے جس کے پاس بھی آئیں وہ یوں کہے کہ آپؐ نے مغافیر (ایک قسم کا بدبودار گوند) نوش فرمایا ہے۔ قصہ مختصر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو

کو ان چیزوں سے طبعاً سخت کراہت تھی اس لئے آپ نے قسم کھالی کہ میں کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔

اس پر حسب ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝:

اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے۔ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اللہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔ (تحریم: ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی شریعت کا اصل شارع صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں خود رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ خدا کے نازل کردہ کلام (یا اس کے دفعات شریعت) میں تبدیلی کا مجھے مطلق اختیار نہیں ہے:

قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ ج اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ: کہدو کہ یہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو صرف اسی بات کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بذریعہ وحی بھیجی جاتی ہے (یونس ۵)

مگر اب مخالفین اسلام اور ان کے حامی بعض "مسلمان" خدائی شریعت کو بدل کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور ان پر جاہلیت کے فیصلے مسلط کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے کبھی تو وہ چور دروازوں کی تلاش کرتے ہیں اور کبھی "یکساں سول کوڈ" کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ اور ان کے استدلال کی بنیاد محض "قیاس فاسد" ہے۔ چنانچہ آج خدا کے مشروع کردہ قانونِ طلاق اور تعددِ ازواج وغیرہ پر روک لگانے کے سلسلے میں جو بھی آوازیں بلند کی جارہی ہیں ان سب کی بنیاد اسی "قیاس فاسد" پر ہے۔ چنانچہ قیاس فاسد یا مغالطوں کا سہارا لیکر

حق کو ناحق اور ناحق ثابت کرنے کا کاروبار آج پورے زور و شور کے ساتھ جاری کا ہے۔

قیاس فاسد کا بانی ابلیس ہے۔

اس سلسلے میں علامہ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں: "دنیا کا سب سے پہلا گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی قیاس فاسد کی بنیاد پر تھی اور یہی قیاس فاسد حضرت آدمؑ اور آپؑ کی اولاد میں بھی اسی قیاس کے مرتکب (ابلیس) کے ذریعہ داخل ہوگیا۔ لہٰذا دنیا اور آخرت کے تمام شر و فساد کی اصل یہی قیاس فاسد ہے" ۲۴ء

چنانچہ ابلیس پہلے تو قیاس فاسد کے ذریعہ خود لعنتی اور مردود قرار پایا۔ پھر اس نے اسی قیاس فاسد کے ذریعہ حضرت آدمؑ کو بھی بہکا کر جنت سے نکلوا دیا۔ اور حضرت آدم و حوا نے اسی قیاس فاسد کے ذریعہ اس چالاک دشمن کے فریب میں آکر شجرِ ممنوعہ کو چکھ لیا۔ جس کے باعث دونوں پر عتابِ الٰہی نازل ہوا۔ اس فریب دہی کی تفصیل قرآن حکیم میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۝

پھر شیطان نے ان دونوں کو بہکایا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے اور کہا کہ تمہارے رب نے اس درخت کے (کھانے) سے محض اس لئے روکا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ

۲۴ء۔ اعلام الموقعین، ۱/۲۶۲

(ختم شد)